مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ
فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿۱۹۱﴾ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ
الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۱۹۳﴾

لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے ○ والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا (سنو) فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے وہاں نہ لڑیں۔ اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو' کافروں کا بدلہ یہی ہے ○ اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے ○ ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ کا دین غالب نہ آجائے۔ اگر یہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے ○

حکم جہاد اور شرائط: ☆☆ (آیت: ۱۹۰-۱۹۳) حضرت ابو العالیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف میں جہاد کا پہلا حکم یہی نازل ہوا ہے حضور علیہ السلام اس آیت کے حکم کی رو سے صرف ان لوگوں سے ہی لڑتے تھے جو آپ سے لڑیں۔ جو آپ سے نہ لڑیں خود ان سے لڑائی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ سورہ برات نازل ہوئی بلکہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلام رحمتہ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ ہے یعنی جہاں کہیں مشرکین کو پاؤ انہیں قتل کرو لیکن اس بارہ میں اختلاف ہے اس لئے کہ اس سے تو مسلمانوں کو رغبت دلانا اور انہیں آمادہ کرنا ہے کہ اپنے ایسے دشمنوں سے کیوں جہاد نہ کرو جو تمہارے اور تمہارے دین کے کھلے دشمن ہیں۔ جیسے وہ تم سے لڑتے ہیں' تم بھی ان سے لڑو' جیسے اور جگہ فرمایا وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً یعنی مل جل کر مشرکوں سے جہاد کرو جس طرح وہ تم سے سب کے سب مل کر لڑائی کرتے ہیں چنانچہ اس آیت میں بھی فرمایا' انہیں قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان کا قصد تمہارے قتل کا اور تمہیں جلاوطن کرنے کا ہے' تمہارا بھی اس کے بدلے میں یہی قصد رہنا چاہئے۔ پھر فرمایا تجاوز کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو' ناک کان وغیرہ نہ کاٹو' خیانت اور چوری نہ کرو' عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو' ان بوڑھے بڑے لوگوں کو بھی نہ مارو جو نہ لڑنے کے لائق ہیں نہ لڑائی میں دخل دیتے ہیں' درویشوں اور تارک دنیا لوگوں کو بھی قتل نہ کرو بلکہ بلا مصلحت جنگی نہ درخت کاٹو نہ حیوانوں کو ضائع کرو۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت مقاتل بن حیانؒ وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے' صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ مجاہدین کو فرمان دیا کرتے تھے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ خیانت نہ کرو۔ بدعہدی سے بچو' ناک کان وغیرہ اعضاء نہ کاٹو' بچوں کو اور زاہد لوگوں کو جو عبادت خانوں میں پڑے رہتے ہیں' قتل نہ کرو۔ مسند احمدؒ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اللہ کا نام لے کر نکلو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' کفار سے لڑو' ظلم و زیادتی نہ کرو' دھوکہ بازی نہ کرو۔ دشمن کے اعضاء بدن نہ کاٹو' درویشوں کو قتل نہ کرو' صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک غزوے میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی۔ حضورؐ نے اسے بہت برا مانا اور عورتوں اور بچوں کے قتل کو منع فرمادیا' مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک' تین' پانچ' سات' نو گیارہ' مثالیں دیں۔ ایک تو ظاہر کردی۔ باقی چھوڑ دیں۔ فرمایا

کچھ لوگ کمزور اور مسکین تھے کہ ان پر زور آور مالدار دشمن چڑھ آیا اللہ تعالیٰ نے ان ضعیفوں کی مدد کی اور ان طاقتوروں پر انہیں غالب کر دیا۔ اب ان لوگوں نے ان پر ظلم وزیادتی شروع کر دی جس باعث اللہ تعالیٰ ان پر قیامت تک کے لئے ناراض ہو گیا۔ یہ حدیث اسناداً صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ کمزور قوم غالب آ گئی تو انہوں نے ظلم وزیادتی شروع کر دی۔ فرمان باری تعالیٰ کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ اس باعث پروردگار عالم ان پر ناراض ہو گیا۔ اس بارے میں احادیث اور آثار بکثرت ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ظلم وزیادتی اللہ کو ناپسند ہے اور ایسے لوگوں سے اللہ ناخوش رہتا ہے چونکہ جہاد کے احکام میں بہ ظاہر قتل وخون ہوتا ہے اس لئے یہ بھی فرما دیا کہ ادھر اگر قتل وخون ہے تو ادھر اللہ کے ساتھ شرک وکفر ہے اور اس مالک کی راہ سے اس کی مخلوق کو روکنا ہے اور یہ فتنہ قتل سے بہت زیادہ سخت ہے' ابو مالکؒ فرماتے ہیں' تمہاری یہ خطا کاریاں اور بدکاریاں قتل سے زیادہ زبوں تر ہیں۔

پھر فرمان جاری ہوتا ہے کہ بیت اللہ میں ان سے لڑائی نہ کرو جیسے صحیحین میں ہے کہ یہ شہر حرمت والا ہے۔ آسمان وزمین کی پیدائش کے زمانے سے لے کر قیامت تک باحرمت ہی ہے۔ صرف تھوڑے سے وقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسے حلال کر دیا تھا لیکن وہ آج اس وقت بھی حرمت والا ہے اور قیامت تک اس کا یہ احترام اور بزرگی باقی رہے گی۔ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ اس کے کانٹے نہ اکھیڑے جائیں۔ اگر کوئی شخص اس میں لڑائی کو جائز کہے اور میری جنگ کو دلیل میں لائے تو تم کہہ دینا اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول (ﷺ) کے لئے اجازت دی تھی لیکن تمہیں کوئی اجازت نہیں۔ آپؐ کے اس فرمان سے مراد فتح مکہ کا دن ہے جس دن آپؐ نے مکہ والوں سے جہاد کیا تھا اور مکہ کو فتح کیا تھا چند مشرکین مارے بھی گئے تھے۔ گو بعض علماء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ مکہ صلح سے فتح ہوا۔ حضورؐ نے صاف ارشاد فرما دیا تھا کہ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے۔ وہ امن میں ہے۔ جو مسجد میں چلا جائے امن میں ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے۔ وہ بھی امن میں ہے۔ پھر فرمایا کہ ہاں اگر وہ تم سے یہاں لڑائی شروع کر دیں تو تمہیں اجازت ہے کہ تم بھی یہیں ان سے لڑو تا کہ یہ ظلم دفع ہو سکے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ والے دن اپنے اصحابؓ سے لڑائی کی بیعت لی جبکہ قریشیوں نے ان کے ساتھیوں سے مل کر یورش کی تھی اور آپؐ نے درخت تلے اپنے اصحاب سے بیعت لی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی کو دفع کر دیا چنانچہ اس نعمت کا بیان اس وقت میں ہے کہ وھو الذی کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ کفار حرم میں لڑائی بند کر دیں اور اس سے باز آ جائیں اور اسلام قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دے گا' گو انہوں نے مسلمانوں کو حرم میں قتل کیا ہو' باری تعالیٰ ایسے بڑے گناہ کو بھی معاف فرما دے گا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے جہاد جاری رکھو تا کہ یہ شرک کا فتنہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب اور بلند ہو جائے اور تمام دنیا پر ظاہر ہو جائے جیسے صحیحین میں حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری جتانے کے لئے لڑتا ہے' ایک شخص حمیت وغیرت قومی سے لڑتا ہے' ایک شخص ریاکاری اور دکھاوے کے طور پر لڑتا ہے تو فرمایئے کہ ان میں سے کون شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہی ہے جو اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بلند ہو۔ اس کے دین کا بول بالا ہو' بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث میں ہے' مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں' ان کی جان ومال کا تحفظ میرے ذمہ ہو گا مگر اسلامی احکام اور ان کے باطنی حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پھر فرمایا اگر یہ کفار شرک وکفر سے اور تمہیں قتل کرنے سے باز آ جائیں تو تم بھی ان سے رک جاؤ۔ اس کے بعد جو قتال کرے گا' وہ ظالم ہو گا اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ دینا ضروری ہے۔ یہی

معنی ہیں حضرت مجاہدؒ کے اس قول کے کہ جو لڑیں ان سے ہی لڑا جائے یا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ان حرکات سے رک جائیں تو وہ ظلم یعنی شرک سے ہٹ گئے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان سے جنگ و جدال ہو۔ یہاں لفظ عدوان جو کہ زیادتی کے معنی میں ہے وہ زیادتی کے مقابلہ میں زیادتی کے بدلے کے لئے ہے۔ حقیقتاً وہ زیادتی نہیں جیسے فرمایا فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ یعنی تم پر جو زیادتی کرے تم بھی اس پر اس جیسی زیادتی کر لو اور جگہ ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا یعنی برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے۔ اور جگہ فرمان ہے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ یعنی اگر تم سزا اور عذاب کرو تو اسی مثل سزا کرو جو تم کئے گئے ہو پس ان تینوں جگہوں میں زیادتی برائی اور سزا ''بدلے'' کے طور پر کہا گیا ہے ورنہ فی الواقع وہ زیادتی برائی اور سزا و عذاب نہیں۔ حضرت عکرمہؒ اور حضرت قتادہؒ کا فرمان ہے اصلی ظالم وہی ہے جو لا الہ الا اللہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر کر کہا کہ لوگ تو مرکٹ رہے ہیں آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ کیوں اس لڑائی میں شامل نہیں ہوتے؟ آپؓ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے مسلمان بھائی کا خون حرام کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کیا جناب باری کا یہ فرمان نہیں کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم تو لڑتے رہے یہاں تک کہ فتنہ دب گیا اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین غالب آ گیا لیکن اب تم چاہتے ہو کہ تم لڑو تا کہ فتنہ پیدا ہو اور دوسرے مذاہب ابھر آئیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمٰنؓ آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کیوں چھوڑ رکھا ہے اور یہ کیا اختیار کر رکھا ہے کہ حج پر حج کر رہے ہو۔ ہر دوسرے سال حج کو جایا کرتے ہو حالانکہ جہاد کے فضائل آپ سے مخفی نہیں۔ آپ نے فرمایا بھتیجے سنو اسلام کی بنائیں پانچ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا' پانچوں وقتوں کی نماز ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا' زکوٰۃ دینا' بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔ اس نے کہا' کیا قرآن پاک کا یہ حکم آپ نے نہیں سنا کہ ایمان والوں کی دو جماعتیں اگر آپس میں جھگڑیں تو تم ان میں صلح کرا دو۔ اگر پھر بھی ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو باغی گروہ سے لڑو یہاں تک کہ وہ پھر سے اللہ کا فرمانبردار بن جائے' اور جگہ ارشاد ہے ان سے لڑو تا وقتیکہ یہ کہ فتنہ مٹ جائے۔ آپ نے فرمایا ہم نے حضور کے زمانہ میں اس کی تعمیل کر لی جبکہ اسلام کمزور تھا اور مسلمان تھوڑے تھے۔ جو اسلام قبول کرتا تھا' اس پر فتنہ آ پڑتا تھا' یا تو قتل کر دیا جاتا یا سخت عذابوں میں پھنس جاتا یہاں تک کہ یہ پاک دین پھیل گیا اور اس کے حلقہ بگوش بہ کثرت ہو گئے اور فتنہ برباد ہو گیا۔ اس نے کہا اچھا تو پھر فرمائیے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے' فرمایا عثمان کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا گو تم اس معافی سے برا مناؤ اور علیؓ تو رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد تھے اور یہ دیکھو ان کا مکان یہ رہا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں ادلے بدلے کی ہیں۔ جو تم پر زیادتی کرے' تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے O

بیعت رضوان: ☆☆ (آیت:۱۹۴) ذوالقعدہ سن ۶ ہجری میں رسول کریم ﷺ عمرے کے لئے صحابہ کرامؓ سمیت مکہ کو تشریف لے چلے لیکن مشرکین نے آپ کو حدیبیہ والے میدان میں روک لیا بالاخر اس بات پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال آپ عمرہ کریں اور اس سال واپس تشریف لے جائیں چونکہ ذی القعدہ کا مہینہ بھی حرمت والا مہینہ ہے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ ہاں اگر کوئی آپ پر چڑھائی کرے تو اور بات ہے بلکہ جنگ کرتے ہوئے اگر حرمت والے مہینے آ جاتے تو آپ لڑائی موقوف کر دیتے۔ حدیبیہ کے میدان میں بھی جب حضور علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکوں نے قتل کر دیا جو کہ حضورؐ کا پیغام لے کر مکہ شریف میں گئے تھے تو آپؐ نے اپنے چودہ سو صحابہؓ سے ایک درخت تلے مشرکوں سے جہاد کرنے کی بیعت لی۔ پھر جب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے تو آپؐ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور صلح کی طرف مائل ہو گئے۔ پھر جو واقعہ ہوا۔ وہ ہوا اسی طرح آپؐ جبکہ ہوازن کی لڑائی سے حنین والے دن فارغ ہوئے اور مشرکین طائف میں جا کر قلعہ بند ہو گئے تو آپ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دن تک یہ محاصرہ رہا۔ بالاخر کچھ صحابہؓ کی شہادت کے بعد محاصرہ اٹھا کر آپؐ مکہ کی طرف لوٹ گئے اور جعرانہ سے آپؐ نے عمرے کا احرام باندھا۔ یہیں حنین کی غنیمتیں تقسیم کیں اور یہ عمرہ آپؐ کا ذوالقعدہ میں ہوا۔ یہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر درود و سلام بھیجے۔

پھر فرماتا ہے جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر لو یعنی مشرکین سے بھی عدل کا خیال رکھو یہاں بھی زیادتی کے بدلے کو زیادتی سے تعبیر کرنا ویسا ہی ہے جیسے اور جگہ عذاب و سزا کے بدلے میں برائی کے لفظ سے بیان کیا گیا' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہ آیت مکہ شریف میں اتری جہاں مسلمانوں میں کوئی شوکت و شان نہ تھی نہ جہاد کا حکم تھا۔ پھر یہ آیت مدینہ شریف میں جہاد کے حکم سے منسوخ ہو گئی' لیکن امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات کی تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدنی ہے۔ عمرہ قضا کے بعد نازل ہوئی ہے۔ حضرت مجاہدؒ کا قول بھی یہی ہے۔ ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پرہیزگاری اختیار کرو اور اسے جان لو کہ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت رہتی ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک و احسان کرو' اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○

حق جہاد کیا ہے؟ ☆☆ (آیت:۱۹۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے (بخاری) اور بزرگوں نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی بیان فرمایا ہے' حضرت ابو عمرانؒ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک نے قسطنطنیہ کی جنگ میں کفار کے لشکر پر دلیرانہ حملہ کیا اور ان کی صفوں کو چیرتا ہوا ان میں گھس گیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یہ دیکھو' یہ اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ حضرت ابو ایوبؓ نے یہ سن کر فرمایا' اس آیت کا صحیح مطلب ہم خوب جانتے ہیں۔ سنو یہ آیت ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے' ہم نے حضورؐ کی صحبت اٹھائی آپ کے ساتھ جنگ و جہاد میں شریک رہے۔ آپ کی مدد پر تلے رہے یہاں تک کہ اسلام غالب ہوا اور مسلمان غالب آ گئے تو ہم انصاریوں نے ایک مرتبہ جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے ساتھ ہمیں مشرف فرمایا۔ ہم آپؐ کی خدمت میں لگے رہے۔ آپؐ کی ہمرکابی میں جہاد کرتے رہے۔ اب بحمد اللہ

اسلام پھیل گیا- مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا- لڑائی ختم ہو گئی- ان دنوں میں نہ ہم نے اپنی اولاد کی خبر گیری کی' نہ مال کی دیکھ بھال کی' نہ کھیتیوں اور باغوں کا کچھ خیال کیا- پس اب ہمیں چاہئے کہ اپنے خانگی معاملات کی طرف توجہ کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی- پس جہاد کو چھوڑ کر بال بچوں اور پیسہ تجارت میں مشغول ہو جانا' یہ اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے (ابوداؤ' ترمذی' نسائی وغیرہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ قسطنطنیہ کی لڑائی کے وقت مصریوں کے سردار حضرت عقبہ بن عامرؓ تھے اور شامیوں کے سردار یزید بن فضالہ بن عبیدؓ تھے' حضرت براابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر میں اکیلا تنہا دشمن کی صف میں گھس جاؤں اور وہاں گھر جاؤں اور قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس آیت کے مطابق میں اپنی جان کو آپ ہی ہلاک کرنے والا بنوں گا؟ آپ نے جواب دیا- نہیں نہیں- اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ اے نبیؐ اللہ کی راہ میں لڑتا رہ- تو اپنی جان کا ہی مالک ہے- اسی کو تکلیف دے' یہ آیت تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رک جانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے (ابن مردویہ وغیرہ) ترمذی کی ایک اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ آدمی کا گناہوں پر گناہ کئے چلے جانا اور توبہ نہ کرنا' یہ اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے- ابن ابی حاتم میں ہے کہ مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا اور از دشنوہ قبیلہ کا ایک آدمی جرات کر کے دشمنوں میں گھس گیا- ان کی صفیں چیرتا پھاڑتا اندر چلا گیا- لوگوں نے اسے برا جانا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس یہ شکایت کی- چنانچہ حضرت عمروؓ نے انہیں بلا لیا اور فرمایا قرآن میں ہے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو-

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' لڑائی میں اس طرح کی بہادری کرنا اپنی جان کو بربادی میں ڈالنا نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا ہلاکت میں پڑنا ہے- حضرت ضحاک بن ابو جبیرہؒ فرماتے ہیں کہ انصار اپنے مال اللہ کی راہ میں کھلے دل سے خرچ کرتے رہتے تھے لیکن ایک سال قحط سالی کے موقع پر انہوں نے وہ خرچ روک لیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی- حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں' اس سے مراد بخل کرنا ہے-

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ گنہگار کا رحمت باری سے ناامید ہو جانا یہ ہلاک ہونا ہے اور حضرات مفسرین بھی فرماتے ہیں کہ گناہ ہو جائیں' پھر بخشش سے ناامید ہو کر گناہوں میں مشغول ہو جانا اپنے ہاتھوں پر آپ ہلاک ہونا ہے- تهلكة سے مراد اللہ کا عذاب بھی بیان کیا گیا ہے- قرطبیؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ لوگ حضورؐ کے ساتھ جہاد میں جاتے تھے اور اپنے ساتھ کچھ خرچ نہیں لے جاتے تھے- اب یا تو وہ بھوکوں مریں یا ان کا بوجھ دوسروں پر پڑے تو ان سے اس آیت میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے' اسے اس کی راہ کے کاموں میں لگاؤ اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو کہ بھوک پیاس سے یا پیدل چل چل کر مر جاؤ- اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کو جن کے پاس کچھ ہے' حکم ہو رہا ہے کہ تم احسان کرو تا کہ اللہ تمہیں دوست رکھے- نیکی کے ہر کام میں خرچ کیا کرو بالخصوص جہاد کے موقعہ پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ رکو- یہ دراصل خود تمہاری ہلاکت ہے' پس احسان اعلیٰ درجہ کی اطاعت ہے جس کا یہاں حکم ہو رہا ہے اور ساتھ ہی بیان ہو رہا ہے کہ احسان کرنے والے اللہ کے دوست ہیں-

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ

اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۗ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ
وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ
اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو اگر تم روک لئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے ہاں تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اس پر فدیہ ہے خواہ روزے رکھ لے خواہ صدقہ دے دے خواہ قربانی کر لے ہاں امن کی حالت میں جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے وہ جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے۔ جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں یہ پورے دس ہو گئے۔ یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ لوگو اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذابوں والا ہے ○

حج اور عمرہ کے مسائل: ☆☆ (آیت:۱۹۶) اوپر چونکہ روزوں کا ذکر ہوا تھا پھر جہاد کا بیان ہوا اب حج کا تذکرہ ہو رہا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ حج اور عمرے کو پورا کرو ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج اور عمرے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا چاہئے تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حج و عمرے کو شروع کرنے کے بعد ان کا پورا کرنا لازم ہے۔ گو عمرے کی واجب ہونے اور مستحب ہونے میں علماء کے دو قول ہیں جنہیں ہم نے پوری طرح کتاب الاحکام میں بیان کر دیا ہے فللہ الحمد و المنتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھو۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا تمام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھو۔ تمہارا سفر صرف حج و عمرے کی غرض سے ہو میقات پہنچ کر لبیک پکارنا شروع کر دو۔ تمہارا ارادہ تجارت یعنی کسی اور دنیوی غرض کا نہ ہو کہ نکلے تو اپنے کام کو اور مکہ کے قریب پہنچ کر خیال آ گیا کہ آؤ حج و عمرہ بھی کرتا چلوں۔ گو اس طرح بھی حج و عمرہ ادا ہو جائے گا لیکن یہ پورا کرنا نہیں پورا کرنا یہ ہے کہ صرف اسی ارادے سے گھر سے نکلو۔ حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا یہ ہے کہ انہیں میقات سے شروع کرے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ ان کا پورا کرنا یہ ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ ادا کرے اور عمرے کو حج کے مہینوں میں نہ کرے۔ اس لئے کہ قرآن شریف میں ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ حج کے مہینے مقرر ہیں۔ قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا پورا ہونا نہیں ان سے پوچھا گیا کہ محرم میں عمرہ کرنا کیسا ہے؟ کہا لوگ اسے تو پورا کہتے تھے لیکن اس قول میں شبہ ہے۔ اس لئے کہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے اور چاروں ذوالقعدہ میں کئے۔ ایک سن ۶ ہجری میں ذوالقعدہ کے مہینے میں دوسرا ذوالقعدہ سن ۷ ہجری میں عمر القضاء تیسرا ذوالقعدہ سن ۸ ہجری میں عمرۃ الجعرانہ چوتھا ذوالقعدہ سن ۱۰ ہجری میں حج کے ساتھ ان عمروں کے سوا ہجرت کے بعد آپؐ کا اور کوئی عمرہ نہیں ہوا۔ ہاں آپؐ نے ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے یہ آپؐ نے اس لئے فرمایا تھا کہ ان ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن سواری کی وجہ سے ساتھ نہ جا سکیں جیسے کہ بخاری شریف میں یہ واقعہ منقول ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ تو صاف فرماتے ہیں کہ یہ ام ہانیؓ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حج وعمرے کا احرام باندھنے کے بعد بغیر پورا کئے چھوڑنا جائز نہیں' حج اس وقت پورا ہوتا ہے جبکہ قربانی والے دن جمرہ عقبہ کو کنکر مارلے اور بیت اللہ کا طواف کرلے اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لے اب حج ادا ہو گیا' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں' حج عرفات کا نام ہے اور عمرہ طواف ہے' حضرت عبداللہؓ کی قرات یہ ہے و اتموا الحج و العمرة الی البیت عمرہ بیت اللہ تک جاتے ہی پورا ہو گیا' حضرت سعید بن جبیرؒ سے جب یہ ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا' حضرت ابن عباسؓ کی قرات بھی یہی تھی' حضرت علقمہؒ بھی یہی فرماتے ہیں' ابراہیمؒ سے مروی ہے و اقیموا الحج و العمرة الی البیت حضرت شعبیؒ کی قرات میں والعمرة ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ عمرہ واجب نہیں۔ گو اس کے خلاف بھی ان سے مروی ہے' بہت سی احادیث میں بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت انسؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج وعمرے دونوں کو جمع کیا' اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا' جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ حج وعمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے' ایک اور حدیث میں ہے عمرہ حج میں قیامت تک کے لئے داخل ہو گیا۔ ابو محمد بن ابی حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک روایت وارد کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور زعفران کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ یا رسول اللہ' میرے احرام کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضورؐ نے پوچھا۔ وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا' یا رسول اللہ میں موجود ہوں' فرمایا اپنے زعفرانی کپڑے اتار ڈال اور خوب مل کر غسل کر لو اور جو اپنے حج میں کرتا ہے' وہی عمرے میں بھی کر' یہ حدیث غریب ہے اور یہ سیاق عجیب ہے۔ بعض روایتوں میں غسل کا اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر نہیں۔ ایک روایت میں اس کا نام یعلی بن امیہؓ آیا ہے۔ دوسری روایت میں صفوان بن امیہؓ ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا' اگر تم گھیر لئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو' کر ڈالو۔ مفسرین نے ذکر کیا کہ یہ آیت سن ۶ ہجری میں حدیبیہ کے میدان میں اتری جبکہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ جانے سے روکا تھا اور اسی بارے میں پوری سورہ فتح اتری اور حضورؐ کے صحابہؓ کو رخصت ملی کہ وہ اپنی قربانیوں کو وہیں ذبح کر ڈالیں چنانچہ ستر اونٹ ذبح کئے گئے' سر منڈوائے گئے اور احرام کھول دیئے گئے۔ اول مرتبہ حضورؐ کے فرمان کو سن کر لوگ ذرا جھجکے اور انہیں انتظار تھا کہ شاید کوئی ناسخ حکم اترے یہاں تک کہ خود آپؐ باہر آئے اور اپنا سر منڈوایا۔ پھر سب لوگ آمادہ ہو گئے۔ بعض نے سر منڈوالیا۔ بعض نے کچھ بال کتروا لئے جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔ لوگوں نے کہا حضورؐ بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپؐ نے پھر سر منڈوانے والوں کے لئے یہی دعا کی' تیسری مرتبہ کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کر دی' سات سات شخص ایک ایک اونٹ میں شریک تھے۔ صحابہؓ کی کل تعداد چودہ سو تھی۔ حدیبیہ کے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے جو حد حرم سے باہر تھا۔ گو یہ بھی مروی ہے کہ حد حرم کے کنارے پر تھے۔ واللہ اعلم۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لئے ہی ہے جنہیں دشمن گھیرے یا کسی بیماری وغیرہ سے بھی کوئی مجبور ہو جائے تو اس کے لئے بھی رخصت ہے کہ وہ اسی جگہ احرام کھول ڈالے اور سر منڈوالے اور قربانی کر دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صرف پہلی قسم کے لوگوں کے لئے ہی بتاتے ہیں۔ ابن عمرؓ طاؤس' زہری اور زید بن اسلمؒ بھی یہی فرماتے ہیں لیکن مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جس شخص کا ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائے یا بیمار ہو جائے یا لنگڑا لولا ہو جائے تو وہ حلال ہو گیا۔ وہ اگلے سال حج کرلے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے اسے ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے ذکر کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا۔ سچ ہے۔ سنن اربعہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ' ابن زبیرؓ' علقمہؒ' سعید بن مسیبؒ' عروہ بن زبیرؒ' مجاہد' نخعی' عطا' مقاتل بن حیانؒ سے بھی یہی مروی ہے کہ بیمار ہو جانا اور لنگڑا لولا ہو جانا بھی ایسا ہی عذر ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ ہر مصیبت و ایذا کو ایسا ہی عذر بتاتے ہیں' صحیحین کی ایک حدیث میں ہے

کہ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کی صاحبزادی ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتی ہیں کہ حضورؐ میرا ارادہ حج کا ہے لیکن میں بیمار رہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ حج کو چلی جاؤ اور شرط کر لو کہ میرے احرام سے فارغ ہونے کی وہی جگہ ہوگی جہاں میں مرض کی وجہ سے رک جاؤں' اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء کرام کا فتویٰ ہے کہ حج میں شرط کرنا ناجائز ہے' امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو میرا قول بھی یہی ہے' حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

پس امام صاحبؒ کا مذہب بھی یہی ہوا۔ فالحمد للہ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو قربانی میسر ہو اسے قربان کر دے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں یعنی ایک بکری ذبح کر دے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اونٹ ہو' گائے ہو' بکری ہو' بھیڑ ہو' ان کے نر ہوں ان آٹھوں قسموں میں سے جسے چاہے ذبح کرے ابن عباسؓ سے صرف بکری بھی مروی ہے۔ اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا اور چاروں اماموں کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف اونٹ اور گائے ہی ہے غالباً ان کی دلیل حدیبیہ والا واقعہ ہوگا۔ اس میں کسی صحابیؓ سے بکری کا ذبح کرنا منقول نہیں۔ گائے اور اونٹ ہی ان بزرگوں نے قربان کئے ہیں' صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں اللہ کے نبیؐ نے حکم دیا کہ ہم سات سات آدمی گائے اور اونٹ میں شریک ہو جائیں' حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ جس جانور کے ذبح کرنے کی وسعت ہو' اسے ذبح کر ڈالے۔ اگر مالدار ہے تو اونٹ' اس سے کم حیثیت والا ہے تو گائے ورنہ پھر بکری' حضرت عروہؒ فرماتے ہیں مہنگے سستے داموں پر موقوف ہے۔ جمہور کے اس قول کی کہ بکری کافی ہے' یہ دلیل ہے کہ قرآن نے میسر آسان ہونے کا ذکر فرمایا ہے یعنی کم سے کم وہ چیز جس پر قربانی کا اطلاق ہو سکے اور قربانی کے جانور اونٹ' گائے' بکریاں اور بھیڑیں ہیں جیسے حبر البحر ترجمان قرآن رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے' صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ بکری کی قربانی کی۔

پھر فرمایا' جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ لے' تم اپنے سروں کو نہ منڈواؤ' اس کا عطف وَاَتِمُّوا الْحَجَّ الخ پر ہے' فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ پر نہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں سہو ہو گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے حدیبیہ والے سال جبکہ مشرکین رکاوٹ بن گئے تھے اور آپؐ کو حرم میں نہ جانے دیا تو حرم سے باہر ہی سب نے سر بھی منڈوائے اور قربانیاں بھی کر دیں لیکن امن کی حالت میں جبکہ حرم میں پہنچ سکتے ہوں تو جائز نہیں جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اور حاجی حج وعمرے کے جملہ احکام سے فارغ نہ ہو لے۔ اگر وہ حج وعمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے ہوئے ہو تو ان میں سے ایک کو کرنے والے ہو تو خواہ اس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو خواہ تمتع کی نیت کی ہو' بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب نے تو احرام کھول ڈالے لیکن آپؐ تو احرام میں ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' ہاں میں نے اپنا سر منڈوالیا ہے اور اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں علامت ڈال دی ہے۔ جب تک یہ ذبح نہ ہو جائے میں احرام نہیں اتار سکتا۔

پھر حکم ہوتا ہے کہ بیمار اور سر کی تکلیف والا شخص فدیہ دے دے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے' عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ میں کوفے کی مسجد میں حضرت کعب بن عجرہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھے لوگ اٹھا کر حضورؐ کے پاس لے گئے۔ جوئیں میرے منہ پر چل رہی تھیں۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا' تمہاری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہوگی میں خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کیا تمہیں اتنی طاقت نہیں کہ ایک بکری ہی ذبح کر ڈالو؟ میں نے کہا' حضورؐ میں تو مفلس آدمی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا

جاؤ۔ اپنا سر منڈوا دو اور تین روزے رکھ لینا یا چھ مسکینوں کو آدھا آدھا صاع (تقریباً سوا سیر سوا چھٹانک) اناج دے دینا۔ یہ آیت میرے بارے میں اتری ہے اور حکم کے اعتبار سے ہر ایک ایسے معذور شخص کو شامل ہے' ایک اور روایت میں ہے کہ ہنڈیا تلے آگ سلگا رہا تھا کہ حضور ؐنے میری یہ حالت دیکھ کر مجھے یہ مسئلہ بتایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے اور میرے سر پر بڑے بڑے بال تھے جن میں بکثرت جوئیں ہو گئی تھیں۔ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ پھر میں نے سر منڈوا دیا اور ایک بکری ذبح کر دی۔ ایک اور حدیث میں ہے نسک یعنی قربانی ایک بکری ہے اور روزے اگر رکھے تو تین رکھے۔ اگر صدقہ دے تو ایک فرق (پیمانہ) چھ مسکینوں کے درمیان تقسیم کر دینا ہے' حضرت علیؓ' محمد بن کعب' علقمہ' ابراہیم' مجاہد' عطا' سدی اور ربیع بن انس رحمہم اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے' ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تینوں مسئلے بتلا کر فرما دیا تھا کہ اس میں سے جس پر تم چاہو' عمل کرو کافی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جہاں دو تین صورتیں لفظ ''او'' کے ساتھ بیان ہوئی ہوں' وہاں اختیار ہوتا ہے جسے چاہے کر لے۔

حضرت مجاہد' عکرمہ' عطا' طاؤس' حسن' حمید' اعرج' ابراہیم نخعی اور ضحاک رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ چاروں اماموں اور اکثر علماء کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر چاہے روزے رکھ لے اگر چاہے صدقہ کر دے اگر چاہے قربانی کر لے' روزے تین ہیں۔ صدقہ ایک فرق یعنی تین صاع یعنی آٹھ سیر میں آدھی چھٹانک کم ہے۔ چھ مسکینوں پر تقسیم کر دے اور قربانی ایک بکری کی ہے۔ ان تینوں صورتوں میں سے جو چاہے کر لے' پروردگار رحمٰن و رحیم کو چونکہ یہاں رخصت دینی تھی اس لئے سب سے پہلے روزے بیان فرمائے جو سب سے آسان صورت ہے پھر صدقہ کا ذکر کیا پھر قربانی کا اور حضور علیہ السلام کو چونکہ افضلیت پر عمل کرانا تھا اس لئے پہلے بکری کی قربانی کا ذکر کیا پھر چھ مسکینوں کو کھلانے کا' پھر تین روزے رکھنے کا' سبحان اللہ دونوں مقام کے اعتبار سے دونوں ترکیبیں کس قدر درست اور برمحل ہیں۔ فالحمد للہ۔

سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کا مطلب پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ غلہ کا حکم لگایا جائے گا۔ اگر اس کے پاس ہے تو ایک بکری خرید لے ورنہ بکری کی قیمت درہموں سے لگائی جائے اور اس کا غلہ خریدا جائے اور صدقہ کر دیا جائے ورنہ ہر آدھے صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے' حضرت حسنؒ فرماتے ہیں' جب محرم کے سر میں تکلیف ہو تو بال منڈوا دے اور ان تین میں سے ایک فدیہ ادا کر دے۔ روزے دس ہیں' صدقہ دس مسکینوں پر تقسیم کرنا پڑے گا۔ ہر ہر مسکین کو ایک مکوک کھجور اور ایک مکوک گیہوں اور قربانی میں بکری۔ حسنؒ اور عکرمہؒ بھی دس مسکینوں کا کھانا بتلاتے ہیں لیکن یہ اقوال ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ مرفوع حدیث میں آ چکا ہے کہ روزے تین ہیں اور چھ مسکینوں کا کھانا ہے اور ان تینوں صورتوں میں اختیار ہے۔ قربانی کی بکری کر دے خواہ تین روزے رکھ لے خواہ چھ فقیروں کو کھانا کھلا دے' ہاں یہ ترتیب احرام کی حالت میں شکار کرنے والے پر ہے جیسے کہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں اور فقہا کا اجماع ہے لیکن یہاں ترتیب ضروری نہیں اختیار ہے' طاؤسؒ فرماتے ہیں' یہ قربانی اور یہ صدقہ مکہ میں ہی کرے لیکن روزے جہاں چاہے رکھ لے۔

ایک اور روایت میں ہے' ابو اسماء جو ابن جعفر کے مولی ہیں' فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کو نکلے۔ آپؓ کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ میں ابو جعفر کے ساتھ تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک شخص سویا ہوا ہے اور اس کی اونٹنی اس کے سرہانے بندھی ہوئی ہے۔ میں نے اسے جگایا۔ دیکھا تو وہ حضرت حسینؓ تھے۔ ابن جعفر انہیں لے کر چلے یہاں تک کہ ہم سقیا میں پہنچے۔ وہاں بیس دن تک ہم ان کی تیمارداری میں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے پوچھا۔ کیا حال ہے؟ جناب حسینؓ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ سر منڈوا لو۔ پھر اونٹ منگوا کر ذبح کر دیا' تو اگر اس اونٹ کا نحر کرنا احرام سے حلال ہونے کے لئے تھا تو خیر اور اگر یہ فدیہ کے لئے تھا تو ظاہر ہے کہ مکہ کے باہر یہ قربانی ہوئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تمتع والا شخص بھی قربانی کرے' خواہ حج و عمرے کا ایک ساتھ

احرام باندھا ہو یا پہلے عمرے کا احرام باندھا ہو یا اس سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھ لیا ہو' اصل تمتع یہی ہے اور فقہاء کے کلام میں بھی مشہور یہی ہے اور عام تمتع ان دونوں قسموں کو شامل ہے' جیسے کہ اس پر صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ بعض راوی تو کہتے ہیں کہ حضورؐ نے خود حج تمتع کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں' آپؐ قارن تھے اور اتنا سب کہتے ہیں کہ قربانی کے جانور آپؐ کے ساتھ تھے' پس آیت میں یہ حکم ہے کہ تمتع کرنے والا جس قربانی پر قادر ہو وہ کر ڈالے جس کا ادنی درجہ ایک بکری کو قربان کرنا ہے۔ گو گائے کی قربانی بھی کر سکتا ہے چنانچہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی جو سب کی سب تمتع والی تھیں (ابن مردویہ)

اس سے ثابت ہوا کہ تمتع بھی مشروع ہے' عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمتع کی آیت بھی قرآن میں نازل ہو چکی ہے اور ہم نے خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا۔ پھر نہ تو قرآن میں اس کی ممانعت نازل ہوئی' نہ حضورؐ نے اس سے روکا لیکن لوگوں نے اپنی رائے سے اسے ممنوع قرار دیا' امام بخاریؒ فرماتے ہیں' اس سے مراد غالباً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت امام المحدثین کی یہ بات بالکل صحیح ہے' حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ لوگوں کو اس سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو اس میں بھی حج و عمرے کے پورا کرنے کا حکم موجود ہے۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ لیکن یہ یاد رہے کہ لوگ بکثرت بیت اللہ شریف کا قصد حج و عمرے کے ارادے سے کریں جیسے کہ آپ سے صراحتاً مروی ہے۔ پھر فرمایا جو شخص قربانی نہ کر سکے' وہ تین روزے حج میں رکھ لے اور سات روزے اس وقت رکھ لے جب حج سے لوٹے۔ یہ پورے دس ہو جائیں گے یعنی قربانی کی طاقت جسے نہ ہو' وہ روزے رکھ لے' تین تو ایام حج میں اور بقیہ بعد میں' علماء کا فرمان ہے کہ اولی یہ ہے کہ یہ روزے عرفے سے پہلے پہلے ذی الحج کے دنوں میں رکھ لے' حضرت عطاؒ کا قول یہی ہے یا احرام باندھتے ہی رکھ لے۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا قول یہی ہے کیونکہ فی الحج کا لفظ ہے۔ حضرت طاؤس' مجاہدؒ وغیرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اول شوال میں بھی یہ روزے جائز ہیں' حضرت شعبیؒ وغیرہ فرماتے ہیں' ان روزوں کو اگر عرفہ کے دن کا روزہ شامل کر کے ختم کرے تو بھی اختیار ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ منقول ہے کہ اگر عرفے سے پہلے دو دنوں میں دو روزے رکھ لے اور تیسرا عرفہ کے دن ہو تو بھی جائز ہے' حضرت ابن عمرؓ بھی فرماتے ہیں' ایک روزہ یوم الترویہ سے پہلے' ایک یوم الترویہ کا' ایک عرفہ کا' حضرت علیؓ کا فرمان بھی یہی ہے۔ اگر کسی شخص سے یہ تینوں روزے یا ایک دو چھوٹ گئے ہوں اور ایام تشریق یعنی بقرہ عید کے بعد کے تین دن آ جائیں تو حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ وہ ان دنوں میں بھی یہ روزے رکھ سکتا ہے۔ (بخاری) امام شافعیؒ کا بھی پہلا قول یہی ہے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی یہ مروی ہے' حضرت عکرمہ' حسن بصری اور عروہ بن زبیر رحمھم اللہ سے بھی شامل ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کا نیا قول یہ ہے کہ ان دنوں میں یہ روزے ناجائز ہیں کیونکہ صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ پھر سات روزے لوٹنے کے وقت۔ اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ جب لوٹ کر اپنی قیام گاہ پہنچ جاؤ۔ پس لوٹتے وقت راستہ میں بھی یہ سات روزے رکھ سکتا ہے۔ مجاہدؒ اور عطاؒ یہی کہتے ہیں' یا مراد وطن میں پہنچ جانے سے ہے۔ ابن عمرؓ یہی فرماتے ہیں۔ اور بھی بہت سے تابعین کا یہی مذہب ہے بلکہ ابن جریرؒ تو اس پر اجماع بتاتے ہیں' بخاری شریف کی ایک مطول حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرے کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی دی' ذوالحلیفہ سے آپؐ نے قربانی ساتھ لے لی تھی۔ عمرے کے پھر حج کی تہلیل کی۔ لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ تمتع کیا۔ بعض لوگوں نے تو قربانی ساتھ ہی رکھ لی تھی۔

بعض کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے۔ مکہ شریف پہنچ کر آپؐ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی ہے' وہ حج ختم ہونے تک احرام میں رہے اور جس کے ساتھ قربانی نہیں' وہ بیت اللہ شریف کا طواف کر کے صفا و مروہ کے درمیان دوڑ کر احرام کھول ڈالے' سر کے بال منڈوا لے یا